جناب سید العارفین صاحب پشاور

اسلام اور انسانی حقوق

آج کے نام نہاد ترقی یافتہ ومہذب دور میں حکمرانوں نے اپنے توسیع پسندانہ عزائم کی تکمیل کیلئے جب دوسری اقوام پر ایٹم بم گراکر وحشیانہ طریقے پر انسانیت کی بے حرمتی شروع کی، تو اقوام متحدہ (اقوام متفرقہ) نے ایک قرارداد کے ذریعے حقوق انسانی کے نام سے ایک دن مخصوص کیا، تاکہ حقوق انسانی کے مسئلہ کی اہمیت کو اجاگر کیا جاسکے۔ اب یہ دن ہر سال منایا جاتا ہے۔ اس دن مختلف نظریات وعقائد کے حامل اہل علم ودانش اس موضوع پر بحث اور گفتگو کرتے ہیں اس کے مختلف پہلوؤں پر روشنی ڈال کر کچھ قراردادیں پاس کرنے پر اکتفا کرلیتے ہیں۔ پوری دنیا میں اس نام کی تنظیمیں این جی اوز (NGO's) مصروف عمل ہیں۔ لیکن چونکہ اس کے تمام اصول وقواعد غیر فطری اور عقل انسانی کی تخلیق شدہ ہیں اس لئے ہم دیکھتے ہیں کہ سالہاسال سے کوئی خاطر خواہ نتائج سامنے نہیں آرہے اور نہ مستقبل قریب میں اسکا کوئی امکان نظر آرہا ہے بلکہ عالمی مسائل مزید گھمبیر ہوتے جارہے ہیں۔ دنیا کی اکثریتی آبادی مایوس کن صورتحال سے دوچار ہے۔ اب کوئی راستہ ایسا ڈھونڈنا ضروری ہے جو ہمیں واقعی پائیدار عادلانہ حقوق دے سکے، ان حالات وواقعات میں ہمیں مجبوراً کتاب اللہ وسنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف رجوع کرنا پڑتا ہے۔ قرآن عظیم الشان میں فرمایا گیا ہے " لقد خلقنا الانسان فی احسن تقویم " (احسن تقویم کا مطلب یہ ہے کہ انسان ایک قابل احترام ومقدس مخلوق ہے اس کے جسمانی اور روحانی حقوق کی حفاظت کا مکمل انتظام واہتمام ہونا چاہیئے تاکہ انسان خلیفۃ اللہ فی الارض کا فریضہ ادا کرتے ہوئے ایک فلاحی معاشرہ کے قیام کا ذریعہ بنے۔ خدا نخواستہ اگر یہ کام نہ ہوا تو شیطان (ازلی دشمن) اس کے تقدس کو ذلت ودرندگی میں بدل دیگا۔

اسلام اور انسانی حقوق :- اگر انسانی تاریخ کے اوراق پلٹے جائیں تو یہ واضح ہوتا ہے کہ روئے زمین پر مختلف ادوار میں اقوام عالم ہمیشہ آپس میں ٹکراتی چلی آرہی ہیں اور ایسے سنگین مظالم رونما ہوئے ہیں جنکو سن کر رونگٹے کھڑے ہوجاتے ہیں۔ تاریخ انسانی میں ملت اسلامیہ کے کردار وہ روشن کرنیں ہیں جو دوسروں کیلئے مشعل راہ ہیں۔ اسی ملت نے اپنے عروج وترقی کے زمانہ میں بھی احترام

آدمیت کی ایسی مثالیں قائم کی ہیں جسکی نظیر کوئی پیش نہیں کرسکتا۔یہ مسلمانوں کا اسلام کے وضع کردہ قانون وضوابط پر عمل پیرا ہونے کا نتیجہ تھا کہ لوگ خود بخود دائرہ اسلام میں داخل ہوتے رہے جو اس بات کا بین ثبوت ہے کہ اسلامی تعلیمات ہی حقوق انسانی کی بقاء اور تحفظ کے ضامن ہیں۔

زندگی کا حق :- اللہ تعالیٰ نے انسان کو پیدا کیا جو بذات خود اسکو جینے کا حق دینے کی بین دلیل ہے۔یہ امر بین ہے اقوام عالم میں یہود ونصاریٰ دو ایسی قومیں ہیں جنھوں نے ہمیشہ خالق کائنات کے دیے ہوئے اسی حق کو چھیننے کی ناکام کوششیں کی ہیں۔ زمانہ انبیاء علیہم السلام سے لیکر اب تک فساد فی الارض کے مرتکب چلے آرہے ہیں۔اٹھارہویں صدی میں جب اہل کلیسا کو قوت ملنی شروع ہوئی تو اس نے انسانیت کا جنازہ نکالا۔ آسٹریلیا میں انسانوں کا شکار کرکے اور سفید نسل والوں کیلئے قدیم باشندوں سے زمین خالی کرلی گئی، امریکہ میں سیاہ فام اصلی باشندوں کی نسل کشی کی گئی۔افریقہ میں انسانوں کو جانوروں کی طرح ہلاک یا غلام بنایا گیا۔یہاں تک کہ افریقہ کی بندرگاہ اور غلام حول کی بندرگاہ (Coase of Slave) پر مشہور ہوا۔ دنیا اکیسویں صدی کی دہلیز پر کھڑی نصرانیت ویہودیت کے منافقانہ طرز عمل اور مکارانہ نعروں پر انگشت بدندان ہے۔ بوسنیا، فلسطین، آذربائیجان، عراق، کشمیر وغیرہ چیخ چیخ کر ان کے مظالم کا پردہ چاک کررہے ہیں، اسکے برعکس دین اسلام نہ صرف مسلمانوں کو بلکہ غیر مسلموں کو بھی مکمل تحفظ فراہم کرتا ہے۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ”من قتل نفساً بغیر نفس اوفساد فی الارض فکانما قتل الناس جمیعاً ومن احیاھا فکانما احیاالناس جمیعاً“ (المائدہ) (ایک شخص قتل کرے، ایک جان کو بلا عوض جان کے یا بغیر فساد کرنے کے ملک میں تو اس نے گویا قتل کرڈالا سب لوگوں کو اور جس نے زندہ رکھا ایک جان کو تو گویا زندہ کیا سب لوگوں کو)۔ انسانی تاریخ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا وہ فرمان کبھی فراموش نہیں کرسکتی جو انہوں نے لشکر اسلام کو مخاطب کرکے فرمایا تھا۔ ”لاتقتلوا الاطفال والنسآء والشیوخ ولا تقتلوا الحیوان لاتحرقوا الاشجار“ (تم بچوں کو اور عورتوں اور بوڑھوں کو قتل نہ کرو اور نہ حیوان کو قتل کرو، تم درختوں کو مت جلاؤ) یہی وجہ ہے کہ مفتوحہ ممالک کے باشندے جب اسلامی تعلیمات اور شہری حقوق سے مالامال ہوجاتے تو ان کی اکثریت برضا ورغبت اسلام قبول کرلیتی جبکہ غیر مسلم غیر مسلم ہوتے ہوئے بھی وفادار رہتے، بلکہ بسا اوقات مسلمانوں کے شانہ بشانہ جنگ میں اپنی ہی قوم کے خلاف نبرد آزما ہوتے۔ اسی طرح حضرت عمرؓ کا والی مصر حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کو یہ فرمان جاری کرنا کہ ”متی استعبدتم الناس وقد ولدتھم امھاتھم احراراً“ ترجمہ: تم لوگ کب تک لوگوں کو غلام رکھوگے حالانکہ اپنی ماؤں نے وہ آزاد جنے۔

دینی آزادی کا حق :- مسلمانوں کی دینی وسعت نظری کا اندازہ اس واقعہ سے لگایا جاسکتا ہے کہ

جب حضرت عمرؓ بیت المقدس میں داخل ہوئے تو انہوں نے بیت المقدس کے اندر موجود کنیسا میں اس لیے نماز نہیں پڑھی کہ مستقبل میں مسلمان اس عمل کو برقرار نہ رکھیں ورنہ اسطرح کنیسا کی بے حرمتی ہوتی رہیگی ، جس کی اسلام اجازت نہیں دیتا ۔ تاریخ انسانی کے کسی گوشے میں کوئی ایسا واقعہ نہیں ملتا کہ کسی نصرانی یا یہودی کو اسلامی ملک میں صرف اسلئے قتل یا ملک بدر کر دیا گیا ہو کہ وہ نصرانی یا یہودی ہے ۔ اگر کہیں کوئی واقعہ پیش آیا بھی ہے تو وہ انکی ریشہ دوانیوں اور سازشوں کا رد عمل ہوتا تھا ۔ (اسلامی حکومت میں جو غیر مسلم آباد ہوں اور وہ وفادار ہوں ان کو ذمی کہا جاتا ہے کیونکہ انکی ہر قسم حفاظت ومدافعت کا ذمہ حکومت نے لیا ہوتا ہے ۔ ان کی جان ، مال، مذہبی رسومات ، عبادتگاہوں کی حفاظت حکومت کے ذمہ ہوتی ہے ۔ ان سب کے بدلے ایک معمولی سالانہ ٹیکس لیا جاتا ہے اسکے برعکس اسلامی حکومت میں خود مسلمانوں کو اتنے حقوق و سہولیات حاصل نہیں ہوتے ۔ مسلمان زکوۃ ، صدقہ فطر ، قربانی اور کبھی جہاد کیلئے خاص فنڈز بھی ادا کرتے ہیں جو جذیہ سے کئی گنا زیادہ ہوتا ہے ، لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ غیر مسلم ہمارے دین وایمان پر ڈاکہ ڈالیں ، بہتان طرازی کریں اور مختلف قسم کے سیاسی ھتکنڈوں اور مذہبی مظلومیت کا واویلا کرکے (اقلیت کی آڑ میں دین اسلام کی بے حرمتی کرتے رہیں کیونکہ اس میں مسلمانوں کیلئے عظیم خطرات ہیں ۔)

معاشرتی حق :- اسلام دین رحمت ہے ۔ اسلامی تاریخ اس بات پر گواہ ہے کہ جہاں بھی مسلمانوں نے حکومت بنائی وہاں عدل ، انصاف ، برابری اور مساوات کو عملی طور پر نافذ کیا ۔ اسلامی معاشروں میں یہود اور نصاریٰ کو بڑی فراخدلی سے قبول کیا گیا ۔ ہر وقت انکی حفاظت کا مکمل خیال رکھا گیا اور ان کے حقوق کی پاسداری کی گئی ۔ خلیفہ دوم حضرت عمرؓ کے دور کا واقعہ ہے کہ حضرت علیؓ اور ایک یہودی کے مابین ایک مقدمہ عمرؓ کی عدالت میں پیش ہوا ۔ عمر فاروقؓ نے حضرت علیؓ کو یہودی کے برابر کھڑا ہونے کو کہا اور " ابوالحسن " پکار کر نام لیا تاکہ یہودی کے دل میں کسی قسم کی بدگمانی یا شک پیدا نہ ہو ، حالانکہ اس طرز عمل پر حضرت علیؓ خفہ ہوگئے ۔ یہ مسلمان حکمرانوں کے حسن سلوک کا نتیجہ تھا کہ مشرقی ممالک کے نصاریٰ نے اپنے تمام وسائل کے ساتھ مسلمانوں کے شانہ بشانہ یورپی صلیبی حملہ آوروں کے خلاف جنگ میں حصہ لیا اور ان کا یہ مقولہ بڑا مشہور ہوا " تم ہم پر مہرباں ہو ، ہمارے تمام حقوق کے محافظ ہو جو ہمیں اپنے ہی بھائیوں سے نہیں ملتے " اسلام مساوات کا علمبردار ہے وہ زندگی کے ہر شعبے میں مساوات اور میانہ روی کا درس دیتا ہے ۔ ہم دیکھتے ہیں کہ مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی تعمیر میں رحمۃ اللعالمین اور محسن انسانیت نے اپنے صحابہ کرامؓ کے شانہ بشانہ حصہ لیا ، اسی طرح جنگ خندق کے موقع پر جب تمام صحابہ کرام سخت گرمی میں دفاعی تیاریوں میں مصروف تھے تو محسن انسانیت بھی اپنے ساتھیوں سے پیچھے نہیں رہے بلکہ ان سے

زیادہ جانفشانی سے کام کیا۔ ایک دفعہ حضرت عمرؓ مدینہ منورہ میں جارہے تھے کہ ایک بوڑھے آدمی کو سوال کرتے دیکھا۔ پوچھا کیوں سوال کرتے ہو؟ کہا میرا کوئی نہیں اور خود ضعیف ہوں اس سے پوچھا کون ہو کہا یہودی ہوں۔ حضرت عمرؓ فوراً اسکو گھر لے گئے کھلایا پلایا اور بیت المال سے وظیفہ مقرر کیا اور خازن کو لکھا " ظلمناہ اخذنامنہ جزیۃ صغیراً وترکناہ کبیراً " جنگ عظیم کے بعد جب یہودیوں کو بھی پناہ دینے والا کوئی نہیں تھا اس وقت اسلامی ممالک ہی یہودیوں کیلئے بہترین پناہ گاہیں تھیں ، مگر آج..........

قانون کی بالادستی :- کسی قوم کی ترقی کیلئے دو چیزیں بہت اہمیت رکھتی ہیں۔ (۱) تعلیم (۲) قانون اسلامی قانون میں سب شہری برابر ہیں۔ غریب ہو یا غنی، چھوٹا ہو یا بڑا، حکمران ہو یا رعایا سب کی حیثیت برابر ہے۔ مالدار کو اس کی دولت کی نمائش یا استعمال اور غریب کو اپنی غربت کو مظلومیت کا جامہ پہنا کر اس سے ناجائز فائدہ نہیں اٹھاسکتا۔ دور نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا واقعہ ہے کہ بنو مخزوم کے ایک معزز گھرانے کی عورت نے چوری کی۔ صحابہ کرامؓ نے اس قبیلہ کی عزت کی خاطر اسامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو عدالت نبوی میں سفارشی بناکر بھیجا تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس طرز عمل پر بہت رنجیدہ ہوئے اور فرمایا۔ " انما هلک الذین قبلکم انهم کانوا اذاسرق فیهم الشریف ترکوه واذا سرق فیهم الضعیف اقاموا علیه الحد وایم الله لوان فاطمة بنت محمد صلی الله علیه وسلم سرقت لقطعت یدها الشیخان "

خلفائے راشدین نے اسی اسوۂ حسنہ کو اختیار کرکے انسانی حقوق کے پاسداری کا فریضہ انجام دے دیا۔ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو جب منصب خلافت ملا تو انہوں نے یہ اعلان کیا

" القوی فیکم ضعیف عندی حتی اخذالحق منه والضعیف فیکم قوی عندی حتی اخذله حقه " اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ اس وقت کے معاشرے میں ضعیف و کمزور مایوس نہیں تھا اور طاقتور مغرور نہیں تھا سب کے دل مطمئن اور پرسکون تھے۔ احترام انسانیت بدرجہ اتم موجود رہا۔ آقا و غلام ایک ہی دسترخوان پر بیٹھے رہتے۔ جبکہ بادشاہ جو نیا نیا مسلمان ہوا تھا ایک دن کعبہ کا طواف کرتے ہوئے ایک اعرابی سے ٹکرایا اس نے غصے میں اعرابی کو تھپڑ مارا۔ یہ معاملہ حضرت عمرؓ کے سامنے پیش ہوا آپؓ نے اعرابی کے حق میں فیصلہ دیا۔ جبکہ بادشاہ ناراض ہوگئے بلکہ مرتد ہونے کی دھمکی دیدی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کو سمجھایا اور اللہ کا کرم تھا کہ اسکا ضمیر جاگ اٹھا اور انہوں نے حکم الٰہی کی تعمیل میں ذاتی انا کو قربان کیا۔ بنوامیہ، بنو عباس، عثمانی اور مغل ادوار میں اسلامی مملکتیں مرکز قوت و مرکز عالم رہی ہیں مگر انہوں نے قانون کے نفاذ میں کبھی بھی مذہبی قومی یا لسانی تعصب کا مظاہرہ نہیں کیا۔